دین کا دوسرا ماخذ......علم حدیث

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

دین کے دو ماخذ ہیں، ایک قرآن، دوسرا حدیث، جس طرح قرآن وحی ہے اسی طرح حدیث بھی وحی ہے، حدیث کو چھوڑ کر صرف قرآن کو دین کا ماخذ بنانا گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اس ہدایت کی تکمیل فرمادی اور اس ہدایت کو دین اسلام سے تعبیر فرمایا۔لہٰذا آپ کی نبوت اور آپ کا دین آخری دین ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطاع بنا کر بھیجا ہے اور ہر پیغمبر کو اس لیے بھیجا جاتا تھا تا کہ امت اس کی اطاعت کرے۔ ارشاد باری ہے:

''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ.''(۱)

ترجمہ: ''اور ہم نے ہر ایک رسول کو اس لیے بھیجا ہے کہ بحکم خداوندی اس کی اطاعت کی جائے۔''

ہر پیغمبر کو اللہ کی طرف سے پیغام دیا جاتا تھا، اس پیغام کو وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وحی نازل ہوتی تھی، جس پر آپ خود بھی عمل فرماتے تھے اور اُمت کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ پھر یہ وحی کبھی تو اس طرح آتی تھی کہ اس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے ہوتے تھے۔ اس وحی کو وحی متلو اور قرآنِ کریم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی اس وحی کے معانی تو اللہ کی طرف سے ہوتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی تعبیر اپنے الفاظ میں بیان فرماتے تھے، اس وحی کو وحی غیر متلو اور حدیث یا حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وحی کی یہ دونوں اقسام اُمت کے لیے واجب العمل ہیں اور قرآنِ کریم نے وحی غیر متلو یعنی حدیث سے ثابت ہونے والے حکم کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم شمار کیا ہے۔

ہمارے شیخ و مربی محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت واضح اور مسلم ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیغاماتِ الٰہیہ جس طرح قرآن کی

صورت میں نازل ہوئے اسی طرح بہت سے پیغاماتِ الٰہیہ قرآن کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے جن کی تعلیمات اُمت کو دی گئی، قرآنِ کریم کی اصطلاح میں انبیاء کرام کی ان تعلیمات کا نام ''الحکمۃ'' ہے اور قرآنِ کریم نے متعدد مقامات میں اسے ''انزل'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان اشارات سے یہ بات سمجھنی آسان ہوگئی کہ دین کا اصل مدار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور دین کا اصل منبع نبوت کی تعلیمات و ہدایات ہیں خواہ قرآنِ کریم میں اُن کا ذکر ہو یا نہ ہو، اسلام کے تشریعی نظام پر غور کرنے کا موقع جن لوگوں کو ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ بہت سے بنیادی اور اہم احکامات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی کے اشارے سے اُمت کو دیئے اور مدت کے بعد قرآنِ کریم میں ان احکام کی آیات نازل ہوئیں جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ احکام کی تصدیق وتائید کی گئی۔'' (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ نے چودہ پندرہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا فرمائی اور ظاہر ہے کہ آپ کا بیت المقدس کی طرف منہ کرنا اللہ کے حکم سے تھا۔ اور جب قرآنِ کریم میں بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو اس نے اس بات کی تصدیق کردی کہ سابق حکم بھی اللہ کی طرف سے تھا، جس کی تصدیق قرآنِ کریم کی اِس آیت سے ہوتی ہے:

''سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ط قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.'' (۳)

ترجمہ: ''اب کہیں گے بے وقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے، آپ کہہ دیجیے اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب، چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ پر۔''

غزوۂ بنی نضیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی غداری کی وجہ سے مسلمانوں کو ان کے محاصرے کا حکم دیا اور ان کے باغات سے کچھ کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا، تاکہ نقل وحرکت میں آسانی ہو، اس پر یہود نے کہا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں کیا ان درختوں کو کاٹنا فساد نہیں؟ اس پر قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

''مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ.'' (۴)

ترجمہ: ''(اے مسلمانو!) جب کھجور کے درختوں کو تم نے کاٹ ڈالا یا جن کو تم نے اس حالت میں چھوڑ دیا کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑے رہے تو یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا۔''

قرآنِ کریم کی یہ آیت بتارہی ہے کہ کھجوروں کو کاٹنے کا حکم وحی سے ہوا، اور اسی وحی کا دوسرا نام حدیث اور سنت ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں تعلیم کتاب بھی شامل ہے۔ (اور آپ ان کو کتاب کی تعلیم دیتے ہیں۔) اور ایک دوسری آیت میں اس کو بیان سے تعبیر کیا گیا ہے:

"وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ." (۵)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ پر یہ قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے وہ احکام خوب کھول کر بیان کریں جو ان کے لیے نازل کیے گئے ہیں اور تاکہ وہ لوگ غور وفکر کریں۔''

پھر جس طرح اللہ نے اس قرآنِ کریم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یاد کرانے کا وعدہ فرمایا ہے، اسی طرح اس کے علوم اور معارف کے بیان کو بھی اپنے ذمہ لیا ہے:

"ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ." (۶)

ترجمہ: ''پھر بے شک ہمارے ہی ذمہ ہے اس کو کھول کر بتانا۔''

چناں چہ جب قرآنِ کریم میں نماز کا حکم نازل ہوا ''نماز قائم کرو'' تو نماز کی تفصیلات قرآنِ کریم میں نازل نہیں ہوئیں کہ نمازیں پانچ ہیں اور ان کی اتنی رکعات ہیں اور اللہ اکبر سے شروع ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر ختم ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور امت کو حکم دیا، تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔ اسی طرح حج جب فرض ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا اور حکم دیا ''مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔'' اسی طرح اسلام کے باقی احکام کا حال ہے۔

لہٰذا قرآنِ کریم کا بیان اور تفسیر اور تشریعی احکام کے بارے میں آپ کے اقوال اور افعال یہ سب حدیث کہلاتے ہیں اور ان کا حکم وحی کا ہے:

"وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی. اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی." (۷)

ترجمہ: ''اور وہ (رسول) اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے وہ تو وحی ہوتی ہے جو بھیجی جاتی ہے''۔

اور ان پر عمل کرنا واجب ہے، ارشاد باری ہے:

"وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰکُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا." (۸)

ترجمہ: ''رسول جو کچھ آپ کو دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

احادیث کی اس اہمیت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں اپنے اعمال اور اپنے قلوب میں محفوظ کیا، آپ کے عمل کو دیکھ کر ویسا ہی عمل کیا، اور آپ کے فرمودات کو سن کر سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر لیا۔ ان حضرات میں سرفہرست عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو آپ کے سامنے اور آپ کی مجلس میں قلم بند کیا ہے اور احادیث کا یہ مجموعہ ''الصادقة'' کے نام سے مشہور تھا۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو سمجھنے، یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب دی ہے، آپ کا ارشاد ہے: ''نضر اللہ امرأ

سمع مقالتي فوعاها ثم أداها كما سمع ''اللہ تر وتازہ فرمائے اس شخص کو جو میری بات سنتا ہے اور اسے سمجھتا ہے اور پھر اسے دوسروں تک ویسے ہی پہنچاتا ہے جیسے اس نے اسے سنا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کو بھی قرآنِ کریم کی طرح سرچشمہ ہدایت قرار دیا۔آپ نے فرمایا:

''ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللّٰه وسنة رسوله.''(۹)

ترجمہ:''میں تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔''

اسی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآنِ کریم کی حفاظت کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کی بھی حفاظت کی اور انہیں اپنے شاگردوں تک پہنچایا جو''تابعین'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔جن میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے اپنے آپ کو اسی مقصد کے لیے وقف کردیا جو''محدثین'' کے نام سے مشہور ہوئے۔پھر ان محدثین حضرات نے ان احادیث کو مختلف انداز میں جمع کیا،بعضوں نے فقہی ابواب پر،بعضوں نے فقہی ابواب کے ساتھ عقائد،تفسیر،آداب،تاریخ اور فضائل کی احادیث کو بھی جمع کیا،بعضوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب سے، بعضوں نے اپنے مشائخ کی ترتیب سے احادیث کو جمع کیا اور احادیث کے یہ مجموعے جوامع،سنن،مسانید،معاجم وغیرہ مختلف ناموں سے مشہور ہوئے اور بیسیوں کتابیں کئی کئی جلدوں میں وجود میں آئیں پھر ان احادیث کی حفاظت اور صحیح احادیث کی پہچان کے لیے بیسیوں علوم ایجاد ہوئے جن میں ایک اہم علم''علم الرجال'' کا ہے، جس میں ہر حدیث کے نقل کرنے والے راویوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں اور اس طرح لاکھوں انسانوں کے تراجم جمع ہو گئے ہیں،جو اس اُمت کا اِمتیازی علم ہے۔

اس علم حدیث کی برکت سے آج اُمت اِسلامیہ کو بجا طور پر یہ فخر ہے کہ اس کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات،زِندگی اور سیرت کے ہر پہلو تر وتازہ موجود ہیں اور قرآنِ کریم کے ساتھ احادیث بھی اُمت کے لیے شمع ہدایت ہیں اور گمراہی سے حفاظت کی ضامن ہیں۔

☆=حواشی وحوالہ جات=☆

(۱)....النساء:٦٤ (٢)....بصائر وعبر،جلد اوّل،ص:١٢٦(٣)....البقرة:١٤٢

(٤)....الحشر:٥ (٥)....النحل:٤٤ (٦)....القيمة:١٩

(٧)....النجم:٣، ٤ (٨)....الحشر:٧(٩)....موطأ الامام مالك، كتاب الجامع، باب النهي عن القول في القدر، ج:٢، ص:٧٠٢،ط: قديمي

2